اذان میں نام اقدس ﷺ سن کر انگوٹھے چومنے والی روایت کی تحقیق

مولانا ساجد خان نقشبندی ❖

ہمارے اردگرد ایسی بہت سی حدیثیں زبان زد عام ہیں جن کا ثبوت موجود نہیں۔ چنانچہ محدثین کرام ان روایتوں کو صاف الفاظ میں بے اصل اور غیر ثابت شدہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی کلام اور کلمات کو رسول اللہ ﷺ کی جانب ایک خاص اصل اور قاعدے سے منسوب کیا جا سکتا ہے، جسے ''اسناد'' کہتے ہیں اس اسناد میں موجود راویوں کے حالات، ان کے مابین اتصال اور انقطاع وغیرہ امور کو دیکھ کر حفاظ حدیث ہر حدیث کو اس کا فنی مقام دیتے ہیں، اس چھان بین میں بعض حدیثوں کو وہ بے اصل قرار دیتے ہیں لہٰذا ایسی حدیثوں کو بیان کرنا جائز نہیں۔ اسی سلسلے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت ہے جس میں اذان کے وقت انگوٹھے چومنے کا ذکر ہے۔ اس عنوان کے تحت ہم اسی روایت کی تحقیق کریں گے۔

تحقیق کا خلاصہ

۱- روایت کے مصادر اصلیہ ۲- روایت کے متعلق آئمہ کے اقوال ۳- تحقیق کا خلاصہ

روایت کے مصادر اصلیہ

اس روایت کا مصدر اصلی حضرت ابوشجاع شیرویہ بن شہردار الھمد انی الدیلمیؒ (المتوفی ۵۰۹) کی ''مسند الفردوس'' ہے۔ مگر ہمیں مسند دستیاب نہیں۔ لہٰذا اب ہم اس روایت کے مصدر ثانی یعنی علامہ سخاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۰۲ھ) کی ''المقاصد الحسنۃ'' کی طرف مراجعت کریں گے۔ علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ ''**المقاصد الحسنہ**''(۱) میں مسند الفردوس کے حوالے سے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی طرف منسوب

۱- المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الألْسِنَة: ٤٤٠/٤٤١، رقم: ١٠١٩، للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي (٨٣١هـ/٩٠٢هـ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة الثانية ١٤٢٧هـ.

یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"مسح العينين بباطن انملتي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع قول الموذن:اشهد ان محمد رسول الله مع قوله اشهد ان محمد عبده و رسوله ،رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا و بمحمد نبيا ذكره الديلمى فى الفردوس ،من حديث ابى بكر الصديق:انه لما سمع قول الموذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا و قبل باطن انملتين السبابتين و مسح عينيه ،فقال ﷺ من فعل مثل ما فعل خليلى فقد حلت عليه شفاعتى ،ولايصح"

ترجمہ: دیلمیؒ نے اپنی مسند میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ذکر کرتے ہیں کہ بے شک جب انہوں نے موذن سے ان کا قول اشهد ان محمدا الخ تو یہ دعا پڑھی (رضيت بالله الخ) اور شہادت کی انگلیوں کے پورے باطنی جانب سے چومے اور آنکھوں پر ملے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے میرے دوست کی طرح کیا تو اس کیلئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ) یہ روایت "صحیح" نہیں

حضرت علامہ سخاویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد ایک اور روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"و كذا ماأورده ابو العباس أحمد بن ابي بكر الرداد اليماني المتصوف فى كتاب الموجبات الرحمة و عزائم المغفرة بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخَضِر عليه السلام أنَّه من قال حين يسمع الموذن يقولٍ أشهد أن محمدا رسول الله مرحباًبحبيبى و قرة عينى محمد بن عبدالله ﷺثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يرمد ابداً "

اور اسی طرح یہ روایت بھی ہے جو صوفی ابوالعباس احمد بن ابی بکر یمانی نے کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفر ۃ میں ایسی سند کے ساتھ بیان کیا جس میں مجہول راوی ہیں ساتھ ہی ساتھ وہ سند بھی منقطع ہے حضرت خضر علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو موذن کو أشهد أنَّ محمدا رسول الله کہتے وقت سنے اور یہ کہے مرحبابحبيبى......الخ پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور دونوں آنکھوں پر رکھ دے اس کی آنکھیں کبھی خراب نہ ہوں گی۔

ان دونوں روایتوں کے بعد حافظ سخاویؒ بعض صوفیاء کے مجربات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولا يصح فى المرفوع من كل هذا شىء.

ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں۔

امام سخاویؒ کے کلام کی تفصیل وتوضیح آگے آرہی ہے۔

علامہ محمد بن طاہر فتنیؒ نے اسے ''تذکرۃ الموضوعات'' (۱) میں نقل کیا ہے۔

ملاعلی قاریؒ نے اسے ''**المصنوع**'' (۲) اور ''**الاسرار المرفوعة**'' (۳) میں نقل کیا۔

روایت کے متعلق آئمہ حدیث کے اقوال

چونکہ مصدر اصلی میں یہ روایت ہمیں نہیں مل سکی اور جن حضرات نے اسے نقل کیا ہے انہوں نے بھی بغیر سند کے نقل کیا ہے، اب ہم اس روایت کے متعلق آئمہ کے اقوال نقل کریں گے:

حافظ سخاوی رحمہ اللہ کا قول

حافظ سخاویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''**ولا يصح**'' (۴)۔

اور حضرت خضر علیہ السلام کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں: ''**فيه مجاهيل مع انقطاعه**'' (۵)

اس کی سند منقطع ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں مجہول راوی بھی ہیں

اس کے بعد صوفیاء کی چند حکایات ومجربات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''**ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيء**'' (۶)

ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں

علامہ عجلونی رحمہ اللہ کا قول

حضرت علامہ عجلونیؒ (المتوفی ۱۱۶۲ھ) نے بھی اس روایت کو علامہ سخاویؒ کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد ان کی رائے ''**ولا يصح**'' (۷) سے نقل کرتے ہیں۔

۱- كَشْفُ الخَفَاء ومُزِيلُ الإلباس عما اشْتُهِرَمن الأحاديث على أَلَسِنَة الناس: للحافظ أبي الفداء إسماعيل بن محمد العَجْلَوني الجراحي (۱۰۸۷ھ/۱۱۶۲ھ)، ت: عبد الحميد هنداوي، المكتبة العصرية ـ بيروت، الطبعة ۱٤۲۷ھ.

۲- المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۱٦۸/۱٦۹، رقم: ۳۰۰، للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري (۱۰۱٤ھ)، ت

۳- الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، ايج ـ ايم ـ سعيد كمپنى كراچى (پاكستان).

۴- تذكرةالموضوعات: ۳٤، تاليف علامه محمد طاهر بن علي فتني (۹۱۰ھ/۹۸٦ھ)، كتب خانه مجيديه ـ ملتان، پاكستان.

۵- المرجع السابق

۶- المرجع السابق

۷- المرجع السابق

علامہ محمد بن طاہر فتنی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابن طاہر فتنیؒ (المتوفی ۹۸۶ھ) بھی اس روایت کے متعلق یہی فرماتے ہیں "ولا یصح"(۱)۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کا قول

علامہ ابن طاہر پٹنیؒ کے اس قول کو علامہ شوکانیؒ (۱۲۵۰ھ) نے "الفوائد المجموعة" (۲) میں بھی نقل کیا ہے۔

محمد بن درویش محمد بن الحوت رحمہ اللہ کا قول

محمد بن درویش محمد بن الحوتؒ (المتوفی ۱۲۷۷ھ) نے بھی "اسنی المطالب" میں اس کے متعلق "لایصح" (۳) کہا۔

محمد بن خلیل الطرابلسیؒ کا قول

محمد بن خلیل الطرابلسیؒ (الموفی ۱۳۰۵ھ) "الؤلؤ المرصوع" (۴) میں فرماتے ہیں: "**انکرہ السخاوي و قال کل ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعه ألبته**"

علامہ سخاویؒ نے اس حدیث کی صحت کا انکار کیا ہے اور فرمایا کہ اس باب میں جتنی بھی روایات نقل کی جاتی ہیں وہ درست نہیں۔

علامہ احمد بن عبدالکریم العامریؒ کا قول

علامہ احمد بن عبدالکریم العامریؒ نے "الجد الحثیث" (۵) نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں: "**لا اصل له فی المرفوع نعم یروی عن بعض السلف**" مرفوع طور پر اس روایت کی کوئی اصل نہیں، ہاں بعض سلف سے (ان کے مجربات کے طور پر) منقول ہے۔

۱-الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة: ۱۱، رقم ۱۸، للعلامة محمد بن علي بن محمد الشَوْكَانِي (۱۱۷۳ھ/۱۲۵۰ھ)، عبد الرحمن بن يحيى، دار الكتب العلمية ـ بيروت، الطبعة ۱٤۱٦ھ.

۲-أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب: ۲۵۵، رقم: ۱۳۰۵، للعلاّمة محمد بن درويش بن محمد الحُوت (۱۲۰۳ھ/۱۲۷۷ھ)، دار الكتب العلمية ـ بيروت.

۳-اللُؤْلُؤُ المَرْصُوع فيما لا أصل له أو باصله موضوع: ۱٦۸، رقم ۵۰۵، للعلامة محمد بن خليل بن إبراهيم القاوقجي أبي المحاسن (۱۲۲٤ھ/۱۳۰۵ھ)، ت: فوّاز أحمد زمرلي، دار البشائر الإسلامية ـ بيروت، ۱٤۱۵ھ.

۴-المرجع السابق، ٤٤۱ — ۵-المرجع السابق

ملاعلی قاری رحمہ اللہ کا قول

ملاعلی قاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) روایت صدیقؓ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **"لایصح رفعه علی ما قال السخاوي"**(۱)

یہ روایت مرفوعاً صحیح نہیں جیسا کہ علامہ سخاوی نے فرمایا۔

نیز **"الاسرار المرفوعة"** میں ملاعلی قاریؒ ان دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **"و کل ما یروی فی هذا فلایصح رفعه ألبتة قلت اذا ثبت رفعه علی الصدیق فیکفی العمل به لقوله علیه السلام علیکم بسنتي و سنة خلفاء الراشدین"**(۲)

اس باب میں جو کچھ بھی منقول ہے قطعی بات ہے کہ وہ سب مرفوعاً آپ ﷺ سے صحیح نہیں ہے میں (ملاعلی قاریؒ) کہتا ہوں جب اس حدیث کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ تک صحیح ہوگیا تو حدیث **علیکم بسنیتی و سنة الخلفاء الراشدین** (تم پر میری اور میرے خلفائے راشدینؓ کی سنت لازم ہے) کی وجہ سے عمل کیلئے کافی ہوگیا۔

اہم نکتہ

ملاعلی قاری رحمہ اللہ کو یہاں علامہ سخاویؒ کے قول کو سمجھنے میں اشتباہ ہوگیا ہے تفصیل اس کی آگے انشاء اللہ آرہی ہے، شیخ ابوغدہؒ نے حضرت ملاعلی قاریؒ کی اس بات کا تعاقب کیا ہے:

حضرت ملاعلی قاریؒ کے قول پر شیخ ابوغدہؒ کا تعاقب

حضرت شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمہ اللہ **"المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع للعلامة علی القاری"** (۳) میں مذکورہ روایت کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: **"و من العجب أنَّ المؤلف لمانقل فی الموضوعات الکبری قولَ السخاوي و أورده الشیخ أحمد الرداد فی کتابه موجبات الرحمة بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام و کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه ألبتة تعقبه بقوله وأذا ثبت رفعه ألی الصدیق فیکفی العمل به لقوله علیه السلام علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین فکان تعقبه لا معنی له ألاالخطاء أذ لم یصح أسناده ألی أبی بکر"**

۱-المرجع السابق ۲-المرجع السابق

۳-الجد الحثیث فی بیان ما لیس بحدیث، ۲۰۹، رقم ۴۵۰، لاحمد بن عبد الکریم الغزی العامری، ت: فواز احمد زمرلی، دار الفکر–بیروت

عجیب بات یہ ہے کہ مولف نے (مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں) موضوعات کبری میں علامہ سخاویؒ کا قول نقل کیا (جس سے حدیث کا ثابت نہ ہونا معلوم ہوتا ہے) اور خود ہی اس قول (قول ذکر کرنے کے بعد) اپنا یہ قول (جب اس کا رفع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ تک ثابت ہوجائے گا تو حدیث تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے کی وجہ سے عمل کیلئے کافی ہوگا) ذکر کیا ہے اس کا تو لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے اپنے بعد والے قول کے کوئی معنی نہیں، یہ ان سے خطاء ہوگئی ہے اس لئے کہ اس حدیث کی سند حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ تک بھی ثابت نہیں۔

طحطاوی رحمہ اللہ کا قول

"و بمثله يعمل فى فضائل الأعمال"(۱)

اس جیسی روایتوں پر فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ کے قول کی توجیح

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: **و بمثله يعمل فى فضائل الاعمال** لیکن علامہ طحطاوی یہ بات اس تناظر میں کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت "مسند الفردوس" میں موجود ہے اور یہ روایت جب آپ ﷺ سے ثابت ہے تو خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو فضائل الاعمال میں اس کو قبول کیا جائے گا۔ اور ہماری آگے آنے والی بحث کا خلاصہ ہی یہی نکلتا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں آپ ﷺ سے ثابت ہی نہیں اس لئے اسے فضیلت عمل کے طور پر بھی قبول کرنا درست نہیں۔

خلاصہ کلام

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اکثر ائمہ نے اس روایت کے متعلق اپنی رائے "**لا يصح**" کہہ کر واضح کی۔ اب یہاں اس مقام پر اس بات کی وضاحت درکار ہے کہ محدثین کا اس "**لا يصح**" سے آخر مراد کیا ہے؟ آنے والی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ یہاں محدثین کا لایصح سے مراد لایثبت ہے یعنی یہ روایت ثابت نہیں۔ چنانچہ اب ہم آگے اسی کے متعلق ایک بحث نقل کریں گے۔

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا صنیع

علامہ سخاویؒ کے کلام پر غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں بعض دیگر مواقع کی طرح

۱-المصنوع: شذرات فی بیان بعض اصطلاحات، ص:۱۸، ت:الشیخ عبد الفتاح ابو غدۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

''لا یصح''، ''لا یثبت'' کے معنی میں لے رہے ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ علامہ سخاوی پہلے مسند الفردوس کی روایت نقل کرنے کے بعد ''لا یصح'' اس روایت کے متعلق نقل کرتے ہیں اس کے بعد وہ ایک اور روایت حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب نقل کرتے ہیں جس کے متعلق وہ خود فرماتے ہیں: **و کذاما أورده أبو العباس أحمد بن ابي بكر الرداد اليماني المتصوف في كتابه موجبات الرحمة و عزائم المغفرة بسند**

(۱) چنانچہ علامہ طحطاوی کی پوری عبارت اس طرح ہے: ''**وذكر الديلمي في الفردوس من حديث ابي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه مرفوعا من مسح العينين بباطن انملة السبابتين بعد تقبيلهما عند قول الموذن اشهد ان محمد ا رسول الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد نبيا حلت له شفاعتي وكذا روى عن الخضر عليه السلام و بمثله يعمل في فضائل الاعمال**''(۱)

معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی اس روایت کو مسند الفردوس میں آپ ﷺ سے ثابت مانتے ہوئے اس کے بارے میں اپنی رائے نقل کر رہے ہیں۔

(۱)-علامہ سخاویؒ ''لا یصح'' سے ''لا یثبت'' مراد لیتے رہتے ہیں۔چنانچہ ایک روایت: ''**أنّ لابراهيم الخليل ولابي بكر الصديق لحية في الجنة**'' کے متعلق فرماتے ہیں: ''**لم يصح أنّ للخليل ولا للصديق لحية في الجنة لا أعرف ذالك في شيء من كتب الحديث المشهورة والاجزاء المنثوره** اور پھر آگے اس سے ملتی جلتی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **ولا أعلم شيأً من ذالك ثابتاً.**

علامہ سخاوی خود تصریح کر رہے ہیں کہ کتب حدیث میں اس قسم کی کوئی روایت مجھے نہیں ملی، اور نہ ان میں سے کسی حدیث کا ثابت ہونا میرے علم میں ہے، تو واضح ہوا کہ علامہ سخاویؒ کا یہاں ''**لم يصح**'' سے مراد ''**لم يثبت**'' ہے۔

فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام الخ(۲)

یعنی اس کی سند میں مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔

۱-حاشیہ مراقی الفلاح علی نور الایضاح ص ۱۳۸ المکتبۃ الکبری الامیریہ بولاق، مصر

۲-الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة: ۳۳۵، للملاّ علي بن سلطان الهَرَوِي القاري(۱۰۱۴ھ)، محمد بن لطفي، المكتب الإسلامي - بيروت، الطبعة الثانية ۱۴۰۶ھ.

اس کے بعد فقیہ محمد بن البابا کے حوالے سے ایک حکایت نقل کرتے فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: "**بسند فيه من لم أعرفه**"(۱) یعنی اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کو میں نہیں جانتا۔

اس کے بعد شمس محمد بن صالح المدنی، فقیہ محمد زرندی، فقیہ محمد بن سعید الخولانی، طاوسی کے حوالے سے ان کے بعض مجربات نقل کرتے ہیں کہ اگر اذان کے وقت یہ عمل کیا جائے تو اس سے آنکھیں خراب نہیں ہوتیں(۲)۔

ان تمام حکایتوں کو نقل فرمانے کے بعد ایک دفع پھر وہ یہ نقل کرتے ہیں: "**و لا يصح فی المرفوع من كل هذا شیء**"(۳)

ان تمام حکایات میں سے کوئی بھی چیز مرفوع حدیث سے ثابت نہیں

امام سخاوی رحمہ اللہ کے اس کلام کی وضاحت

امام سخاویؒ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت دو طرح سے نقل کی ہے "مرفوعا" اور "مجربات صوفیاء" البتہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس باب میں آپ ﷺ سے کوئی بھی چیز اسنادی حیثیت سے ثابت نہیں ہے اگر چہ بعض حضرات صوفیاء نے اسے اپنایا ہے اور مختلف حوائج میں مجرب پایا ہے۔ اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ حافظ سخاویؒ کا کلام "لایصح"، "لایثبت" کے معنی میں ہے۔

امام سخاویؒ کے کلام "**لا يصح**" کے بمعنی "**لم يثبت**" ہونے پر ایک شاہد یہ بھی ہے کہ علامہ احمد بن عبدالکریم العامریؒ نے "**الجد الحثيث**"(۴) نقل روایت کے بعد فرماتے ہیں کہ: **لا اصل له فی المرفوع نعم يروى عن بعض السلف.** مرفوع طور پر اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہاں بعض سلف سے (ان کے مجربات کے طور پر) منقول ہے۔

حاصل یہ رہا کہ یہ روایت امام سخاویؒ کے اور دیگر ائمہ کے کلام کے مطابق آپ ﷺ سے ثابت

۱-المقاصد الحَسَنَة في بيان كثير من الأحاديث المُشْتَهَرة على الألْسِنَة: ۱٤۱، رقم: ۲۲۸، للعلامة شمس الدين أبي الخير محمد بن عبد الرحمن السَخَاوي(۸۳۱ھ/۹۰۲ھ)، ت: عبد الله محمد الصديق، دار الكتب العلمية - بيروت، الطبعة الثانية ۱٤۲۷ھ.

۲-المصنوع في معرفة الحديث الموضوع: ۲۷-۳۸، للملاّ علي بن سلطان الهروي القاري(۱۰۱٤ھ)، ت: الشيخ عبد الفتّاح أبو غدّه، دار البشائر الاسلاميه، بيروت

۳-المرجع السابق

۴-و قال فی المقاصد الحسنه ص ٤۹ حديث الارز ليس بثابت وسياتی فی لوكان من اللام، و قال فی حرف اللام ص۳٤٦ لوا كان الارز رجلا لكان حليما قال شيخنا(ای الحافظ ابن حجر)هوموضوع۔

نہیں ہے، اس لئے اسے آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں، ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی جانب انتساب صرف اسی صورت میں کیا جاسکتا ہے کہ روایت کسی معتبر سند سے ثابت ہو بصورت دیگر انتساب بالرسول ﷺ جائز نہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ ''المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع للعلامۃ علی القاری'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''**وأذا كان الحديث لا أسناد له فلا قيمةَ ولا يلتفت اليه أذا لاعتماد فى نقل كلام سيدنا رسول الله ﷺ ألينا أنما هو على الاسناد الصحيح الثابت أو ما يقع موقعه وما ليس كذالك فلا قيمة له**''.

اور جب حدیث کی سند ہی نہ ہو تو وہ بے قیمت اور غیر قابل التفات ہے، کیونکہ ہماری جانب ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کے کلام کو نقل کرنے میں اعتماد صرف اسی سند پر ہوسکتا ہے جو صحیح سند سے ثابت ہو یا جو اس کے قائم مقام ہو اور جو حدیث ایسی نہ ہو تو وہ بے قیمت ہے۔

ایک اہم فائدہ

سابقہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام سخاوی کے کلام ''**ولا يصح فى المرفوع من كل هـذا شـى**'' میں لفظِ مرفوع، مجربات صوفیاء کے مقابلے میں ہے یعنی یہ روایت مرفوعا ثابت نہیں مجربات صوفیاء میں ثابت ہے، یہ نہیں کہ لفظ مرفوع موقوف کے مقابلے میں ہو اور سمجھا جائے کہ مرفوعا ثابت نہیں ہے موقوفا ثابت ہے جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے ''**لـم يـصـح**'' کے مقابلے میں اخذ کیا ہے کہ رفع کی نفی سے روایت کے موقوف ہونے کی نفی نہیں ہورہی، بلکہ خود ملاعلی قاریؒ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ''**لـم يصح لم يثبت**'' کے معنی میں ہوتا ہے (اگر چہ اس موقع پر آپ اس بات کے قائل نہیں) چنانچہ ایک مقام پر خود ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں ''**لايقال انّه موضوع غايته أنّه ضعيف مع أنّ قولَ السخاوى لا يصح لا يـنـافى الضعيف والحسن ألا أن يريد به أنه لا يثبت و كان المنوفى فهِم هذا المعنى حتى قال فى مختصرهِ أنه باطل لاأصلَ له**''

یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ حدیث موضوع ہے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہہ سکتے ہیں کہ علامہ سخاوی کا ''**لا يصح**'' کہنا ضعیف اور حسن کی نفی نہیں کرتا الا یہ کہ ''**لايصح**'' سے مراد ''**لا يثبت**'' لیا جائے گویا کہ منوفی اس بات کو سمجھتے تھے تبھی اس روایت کے بارے میں اپنی کتاب مختصر میں باطل اور لااصل لہ کہا۔

بہر حال ملاعلی قاری رحمہ اللہ کو یہاں علامہ سخاوی کا قول سمجھنے میں اشتباہ ہوا ہے کیونکہ اس روایت کو موقوفا تسلیم کرنا تو اس وقت درست ہوتا جب علامہ سخاوی رحمہ اللہ لایصح کا قول موقوف کے مقابلے میں

ذکر کرتے حالانکہ درحقیقت حافظ سخاوی یہاں یہ بات صوفیاء کے مجربات کے ذیل میں اوران کے مقابلے میں ذکر کررہے ہیں (جس کی تفصیل گذرچکی ہے)۔ شیخ ابوغدہ صاحبؒ نے بھی ایک دوسرے انداز سے ملا علی قاری رحمہ اللہ کے اس قول کا تعاقب کیا ہے۔ جس کی تفصیل پہلے گزرچکی ہے۔

ایک اورتوجیہ

اب تک کی بحث تواس تناظر میں تھی کہ مذکورہ روایت میں محدثین کے قول "لا یصح" سے مراد "لم یثبت" لیاجائے، البتہ لا یصح کی ایک اورتوجیہ بھی علماء نے نقل کی ہے جس کوذیل میں نقل کیا جارہا ہے

شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ رحمۃ اللہ علیہ کا لا یصح کے متعلق کلام

شیخ ابوغدہ "المصنوع" کے مقدمے میں اس اصطلاح کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

قولهم فی الحديث: لايصح ،لا يثبت ،لم يصح، ليس بصحيح ،ليس بشیء ،غير ثابت ،لا يثبت فيه شيئاو نحو هذه التعابير أذا قالوه فی كتب الضعفاء أو الموضوعات فالمراد بـه أنّ الحديث المذكور موضوع لا يتصف بشیء من الصحة وأذاقالوه فی كتب أحاديث ألاحكام فالمرادبه نفي الصحة الاصطلاحية ،قال شيخنا الامام الكوثري رحمه الله تعالى فی مقدمته لكتاب "انتقاد المغنی عن الحفظ والكتاب" ص ۱۱ :تنبيه:ألمسند الاوحد ابن همات الدمشقی فی "ألتنكيت والافادة فی تخريج أحاديث خاتمة (سفر السعادة): أعلم أنّ البخاري و كل من صنف فی الاحكام يريد بقوله (لم يصح)ألصحة الاصطلاحية و من صنف فی الموضوعات والضعفاء يريدبقوله (لم يصح)أو (لم يثبت)المعنى الاعم ولا يلزم من الأول نفی الحسن أوالضعف ويلزم من الثاني البطلان. و قال شيخنا الكوثري أيضا فی مقدمة الكتاب المذكور فی ص ۹ :تعليقا على صنيع العقيلی فی جرحه كثيرا من رجال (الصحيحين)في كتابه المسمی (الضعفا): وحيث كان كتابه فی الضعفا يتبادر من قوله فی الحديث (لايصح) أو (لا يثبت) كونه مكذوبا كما قال المسند الاوحد ابن همات الدمشقی وقال شيخنا الكوثری ايضا في كتابه (المقالات الكوثری)ص ۳۹ : أن قول النقاد فی الحديث انه لا يصح بمعنى أنّه باطل فی كتب الضعفاء والمتروكين لابمعنى أنّه حسن و أن لم يكن صحيحا كما نص على ذالك أهل الشان بخلاف كتب الأحكام كما أوضحت ذالك في مقدمة انتقاد المغنی".

ترجمہ:ائمہ کا کسی حدیث کے بارے میں'لایصح ،لا یثبت ،لم یصح، لیس بصحیح ،لیس بشیء ،غیر ثابت ،لا یثبت فیه شيء ''مذکورہ تعبیرات اوراس قسم کی دیگر تعبیرات حضرات محدثین جب ضعیف اور موضوع احادیث کی کتب میں ذکر فرماتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث موضوع ہے اوراس میں صحت کی کوئی گنجائش نہیں اور مذکورہ تعبیرات محدثین حضرات جب احادیث احکام کی کتب میں ذکر فرماتے ہیں تو اس سے اصطلاحی صحیح کی نفی مراد ہوتی ہے۔

شیخ امام کوثریؒ اپنی کتاب''انتقاد المغنی عن الحفظ و الکتاب'' کےمقدمہ(ص۱۱)میں ایک تنبیہ بیان فرماتے ہیں کہ:ابن ہمات الدمشقیؒ''التنبیکت و الافادہ'' میں فرمایا ہے کہ''امام بخاریؒ اوراحادیث احکام کے تمام مصنفین جب لم یصح فرماتے ہیں تو اس سے''اصطلاحی صحیح'' کی نفی مراد ہوتی ہے اورموضوعات اورضعفاء کتب کے مصنفین جب لم یصح اور لم یثبت کہتے ہیں تو اس کے معنی میں عموم پایا جاتا ہے پہلے حضرات کے قول سے حسن یا ضعیف کی نفی لازم نہیں آتی جبکہ دوسرے حضرات کے قول سے باطل ہونا لازم آتا ہے۔

شیخ کوثریؒ نے مذکورہ کتاب کے مقدمے ص۹ میں علامہ عقیلیؒ کے طرز پر یہ بھی فرمایا ہے(علامہ عقیلیؒ اپنی کتاب الضعفاء میں صحیحین (بخاری ومسلم) کے رجال پر کثرت سے جرح کرتے نظر آتے ہیں) علامہ کوثریؒ فرماتے ہیں کہ علامہ عقیلیؒ اپنی کتاب الضعفاء میں جہاں بھی کسی حدیث کے بارے میں ''لایصح''یا''لایثبت'' کہتے ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث جھوٹی ہے جیسا کہ ابن ہمات دمشقی کا قول ہے اوراسی طرح شیخ کوثریؒ نے مقالات کوثری ص۳۹ میں بھی یہ فرمایا ہے کہ ضعیف اور متروک احادیث کی کتب میں جب ناقدین کسی حدیث کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ''لایصح''، تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے''انہ باطل'' (یہ حدیث باطل ہے) یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حدیث حسن ہے اگر چہ فی نفسہ صحیح نہ ہو برخلاف کتب احادیث احکام کے اوراس میں اصطلاحی صحیح کی نفی ہوتی اوراس کی وضاحت میں نے انتقاد المغنی کے مقدمے میں کردیا''(۱)

اس کے بعد شیخ ابوغدہ نے اس پر بڑا تفصیلی کلام کیا اوراپنے اس موقف پر دلائل بھی دئے۔

خلاصہ

اس تمام تر تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کتب احکام میں اگر چہ لایصح صحت اصطلاحی کی نفی کے لئے بھی آتا ہے اوراس وقت اس سے حسن یا ضعیف کی نفی مراد لینا درست نہیں مگر کتب الضعفاء والمتروکین میں

(۱) مقالات کوثری ص۳۹

جب کسی روایت کے متعلق لایصح یالم یصح بولا جائے تو اس سے اس روایت کا موضوع ہونا بیان کرنا مقصود ہوتا ہے۔

خلاصہ تحقیق

تحقیق کا حاصل یہ رہا کہ علامہ سخاویؒ اوران کی اتباع نے (علامہ عجلونیؒ، محمد بن درویش الحوتؒ، علامہ عامریؒ، محمد الامیر المالکیؒ علامہ شوکانیؒ علامہ طرابلسیؒ) ان تمام علماء وضاحت کردی ہے کہ یہ روایت آپ ﷺ سے ثابت نہیں، اور علامہ عامریؒ نے اسے ''بے اصل'' نیز شیخ ابو غدہؒ نے صریح لفظوں میں ''من گھڑت'' کہا ہے اس لئے اس روایت کو آپ ﷺ کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح یہ مضمون صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے (اس کی تفصیل گزرچکی ہے) اس لئے صحابہ کی جانب انتساب بھی بے دلیل ہے، درست نہیں۔

فائدہ نمبر ۱

برصغیر میں بدعتی فرقے کے بانی اور موسس نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی ان روایات کے متعلق فرماتے ہیں: ''اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کے ناخن چومنا آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں...... ہاں بعض احادیث ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل ابہامین وارد''۔(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب اگرچہ ان روایات کو موضوع تو نہیں مانتے مگر ''ضعف شدید'' کے وہ بھی قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان روایات کیلئے ''ضعیفہ مجروحہ'' کی اصطلاح نقل فرمارہے ہیں، اور ضعیف احادیث پر عمل کرنے کیلئے پہلی متفق علیہ شرط یہ ہے کہ وہ ''ضعف شدید'' سے خارج ہو۔(۲)

فائدہ نمبر ۲

نواب صاحب بھی اس عمل کو سنیت کے بجائے مشائخ کے مجربات کے طور پر عمل کرنے کے قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: پس حق اس میں اس قدر ہے کہ جو کوئی بہ امید زیارت روشنائی بصر مثلا از قبیل اعمال مشائخ جان کر بتوقع فضل ان کتب پر لحاظ اور ترغیب وارد پر نظر رکھ کر بے اعتقاد سنیت فعل وصحت حدیث و شناعت ترک اسے عمل میں لائے اس پر بنظر اپنے نفس فعل واعتقاد کے بغیر کچھ مواخذہ بھی نہیں''۔(۳)

(۱) ابرالقال۔ص:۱۶۔ برکاتی پبلی شرز کراچی

(۲) القول البدیع: ص۴۹۶۔ دارالیسر المدینۃ المنورۃ

(۳) ابرالمقال۔ص:۱۷

یہ وہی بات ہے جو ہم نے ماقبل اپنی تحقیق میں نقل کی کہ ان روایات کو نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے تو کوئی ثبوت نہیں ہاں بعض مشائخ سے ان کے مجربات کے طور پر منقول ہے۔

فائدہ نمبر ۳

حافظ سخاویؒ نے حضرت خضر علیہ السلام والی روایت صوفی ابوبکر الرداد الیمانی کی سند سے ان کی کتاب موجبات الرحمۃ سے نقل کی۔ ان صاحب کے متعلق علامہ زرکلیؒ فرماتے ہیں: **قال سخاوی غلب علیه المیل الی تصوف الفلاسفة فافسد عقائد اهل زبید الا من شاء الله ،له کتب ،منها موجبات الرحمة فی الحدیث غریب فی بابه (۱)**

سخاوی فرماتے ہیں کہ یہ فلسفیانہ تصوف کی طرف مائل ہو گئے تھے پس اہل زبید کے اکثر لوگوں کے عقائد کو ان صاحب نے خراب کیا، ان کی بہت سی کتب ہیں جن میں سے ایک موجبات الرحمۃ بھی ہے حدیث کے موضوع پر اپنے فن میں ایک عجیب (لایعنی) کتاب ہے۔

شمس بن محمد بن الیمانی کے حوالے سے حافظ صاحب نے جو مجربات نقل کئے تو ان صاحب کا تذکرہ مجھے نہیں ملا سکا اگر کسی صاحب کو ان کا ترجمہ معلوم ہو تو مطلع فرما دیں۔ جزاکم اللہ

فائدہ نمبر ۴

ہمارے ہاں اس روایت کو انگوٹھے چومنے والی حدیث کہا جاتا ہے اور ہم نے بھی اسی عرف کی وجہ سے اسے یہی نام دیا مگر آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرما لیا کہ روایت میں انگوٹھوں کا ذکر کہیں بھی موجود نہیں۔ نیز حضرت خضر علیہ السلام کی طرف منسوب جس روایت کا ذکر ہوا اس میں اگر چہ انگوٹھے چومنے کا ذکر تو ہے مگر چومتے وقت جو دعا بتائی گئی وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب روایت میں موجود دعا سے بالکل مختلف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ : بندے نے یہ تحقیق روایت کے متعلق خالصۃ فنی اصول کے متعلق کی ہے روایت سے متعلق جو فقہی مباحث ہیں یا ان سے جن امور کا استدلال کیا جاتا ہے ان کی تحقیق وتردید فی الحال مقصود نہیں جو صاحب بھی اس کا جواب لکھنا چاہیں وہ اس بات کو ملحوظ خاطر رکھے۔



(۱) الاعلام۔ ج ۱۔ ص: ۱۰۴۔ دار العلم للملایین بیروت